حیا تمام نیکیوں کی جان اور تمام بداخلاقیوں کی دشمن ہے

مسجد مبارک دی ہیگ (ہالینڈ) کی توسیع اور مسجد فرانس کا ذکر

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30 اکتوبر 1998ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انورؒ نے فرمایا:

اس جمعہ میں انشاء اللہ وہ مضمون جاری رہے گا جس کا تعلق حیا سے ہے اور اگر وقت پھر بھی بچ گیا تو اس کے بعد اگلا مضمون شروع کیا جائے گا لیکن سب سے پہلے میں آج جماعت احمدیہ ہالینڈ کی مسجد کے افتتاح کا ذکر کرنا چاہتا ہوں اور اس کے علاوہ فرانس کی جماعت کی مسجد کے افتتاح کا ذکر کروں گا۔

مسجد مبارک دی ہیگ (The Hague): ہالینڈ کی یہ پہلی مسجد ہے جو دراصل لجنہ اماء اللہ کی مالی قربانیوں سے تعمیر ہوئی تھی اور اس کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ 20 مئی 1955ء کو حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا سنگ بنیاد رکھا تھا اور اسی سال 8 دسمبر کو یہ مسجد مکمل ہوگئی۔ اس کی تعمیر اور اس کا افتتاح بھی حضرت چوہدری صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی فرمایا۔ یہ مسجد چھوٹی سی تھی لیکن دیکھنے میں بہت خوبصورت اور باہر سے بڑی دکھائی دیتی تھی مگر اندر سے بہت چھوٹی مسجد تھی۔ اس زمانہ میں نماز پڑھنے والوں کے لئے تو کافی ہوگی۔ اب جو خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی ترقی کا دور ہے اس میں تو اس کی کوئی حیثیت نہیں رہی تھی اگر میں وہاں جاؤں تو پھر اس کثرت سے نمازی آجاتے تھے کہ مسجد اور اردگرد کے سارے علاقے میں باہر ان کو نمازیں پڑھنی پڑتی تھیں۔ اسی وجہ سے ہم نے پھر نن سپیٹ (Nunspeet) میں مرکز بنالیا جہاں اللہ تعالیٰ کے

فضل سے گنجائش بہت تھی وہاں بھی اگر چہ جو مسجد کے لئے جگہ مخصوص ہے وہ اتنی وسیع نہیں ہے کہ سب نمازی آسکیں مگر ارد گرد کے دوسرے عمارتی علاقے ایسے ہیں جہاں چھتوں کے نیچے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ باہر خیموں کی ضرورت نہیں پڑتی۔ بہر حال یہ تو اس مسجد کا آغاز ہے جو اس کا ذکر کیا۔ کیسے ہوا اس کا آغاز لجنہ اماء اللہ کی خاص غیر معمولی خدمت کے نتیجہ میں اس کی تعمیر ہوئی تھی لیکن اس مسجد کو آگ لگانے کا واقعہ اب میں بیان کرتا ہوں۔

1987ء کو اس مسجد کو آگ لگا دی گئی اور آگ لگانے والے کا کچھ پتا نہ چلا۔ پولیس نے اپنی طرف سے کوشش کی ہوگی مگر اللہ بہتر جانتا ہے کہ کیا وجوہات تھیں جو ہم سے مخفی رکھی گئیں، مگر ہوا یہ ہے کہ اس دور میں یہ سلسلہ مختلف جگہوں میں مجھے دکھائی دیا کہ جب بھی جلسہ سالانہ پر جماعتوں کے نمائندے آئے ہوتے تھے اور مسجدیں یا مراکز خالی رہ جاتے تھے اسی زمانہ میں ایک شریروں کا گروہ تھا اور آپ بطور احمدی تو جانتے ہی ہیں کہ وہ کس قسم کے لوگ ہیں جن کا پیشہ ہی مسجدوں کو جلانا اور اسی میں ان کی نجات ہے تو وہ لوگ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ہماری مساجد اور مراکز جو تبلیغی مراکز تھے ان میں آگ لگایا کرتے تھے اور یہ تمام دُنیا میں پھیلے ہوئے واقعات ہیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے پھر میں نے خصوصی ہدایت دی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب جماعت وہاں باقاعدہ ہر جگہ مستعد رہتی ہے اور نگرانی کرتی ہے تا کہ پیچھے کسی شریر کو موقع نہ ملے۔ تو یہ آگ لگانے کا واقعہ ان دنوں کا آغاز کا واقعہ ہے جب یہ حرکتیں شروع ہوئی تھیں۔ کسی نے کھڑکی کے شیشے توڑے اور اندر جا کر مسجد کو آگ لگا کر اپنی جنت کما لی اور وہ آگ اصل میں اپنے لئے جلائی تھی۔ ایسے لوگ دُنیا میں بھی خدا تعالیٰ کی تقدیر کے تابع آگ ہی میں جلتے رہتے ہیں اور آگ جلاتے ہی تب ہیں جب حسد کی آگ بھڑک رہی ہوتی ہے۔ تو آگ سے حسد کا گہرا تعلق ہے اور حسد کے نتیجے میں یہ سارے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ اور آئندہ کے لئے بھی جو آگ بھڑکائی جائے گی وہ ان کی اپنی بھڑکائی ہوئی آگ ہے مگر اللہ ان لوگوں کے لئے اس آگ کو جنت بنا دیتا ہے جن کے اوپر خدا کی رضا کی قبولیت کے نتیجے میں آگ بھڑکائی جاتی ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آگ کو جنت بنا دیا۔ تو اسی قسم کے واقعات ہم روزمرّہ جماعت کی زندگی میں دیکھ رہے ہیں۔ چنانچہ جب یہ آگ لگائی گئی تو جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے صرف زیادہ سے زیادہ پچاس نمازی اس مسجد میں نماز پڑھ سکتے تھے تو بعد کے ایک

خطبہ میں مَیں نے جماعت ہالینڈ کو تسلی دی کہ ہم تو ہمیشہ سے خدا کا ایک سلوک دیکھ رہے ہیں۔ آپ کو گھبرانے کی کیا ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے دس گنا زیادہ مسجد بنانے کی توفیق بخشے گا اور پچاس نمازی کی بجائے پانچ سو نمازی اس مسجد میں نماز پڑھ سکیں گے۔ اب یہ بات تو آئی گئی ہوگئی۔ میں بھی بھول گیا اور امیر صاحب اور جماعت کے کارندے اور وہ آرکیٹیکٹ عبدالرشید صاحب جنہوں نے اس مسجد میں بہت نمایاں کردار اَدا کیا ہے وہ بھی بات کو بھول چکے تھے اور جس وقت وہ مسجد کو اور ساری عمارت کو ڈیزائن کر رہے تھے اس وقت ان کے ذہن کے کسی گوشے میں بھی نہیں تھا کہ دس گنا مسجد کا اللہ تعالیٰ نے گویا عملاً وعدہ فرما لیا ہے۔ بعض دفعہ اس کے عاجز بندوں کے منہ سے نکلی ہوئی بات پوری بھی فرما دیتا ہے تو ارادہ اللہ ہی کا ہوتا ہے اسی لئے وہ بات منہ سے نکل جاتی ہے۔ چنانچہ ان کے کسی خواب وخیال میں بھی نہیں تھا کہ اس وجہ سے ڈیزائن کروں کیونکہ کل رقبہ جو اس تعمیر کا تھا وہ دس گنا نہیں بلکہ اڑھائی گنا تھا۔ اس وجہ سے طبعی طور پر ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے بالآخر بہت لمبی محنت کے بعد یہ مسجد مکمل ہوگئی تو آرکیٹیکٹ صاحب نے جا کے پیمائش شروع کی تو حیران رہ گئے دیکھ کے کہ اس بلڈنگ میں جو عمومی رقبہ کے لحاظ سے اڑھائی گنا ہے مسجد کا حصّہ دس گنا ہے اور بعینہٖ وہی بات پوری ہوئی ہے کہ پچاس کی بجائے پانچ سو نمازی وہاں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ تو یہ اللہ کے کاروبار ہیں۔

یہ میں آپ کو محض اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ جس حد تک بھی ممکن ہو خدا کی حمد اور شکر بجالائیں۔ وہ جماعت سے بے انتہا احسان کا سلوک فرماتا ہے۔ تو اس مسجد کے افتتاح کے لئے اب مجھے بھی جانا تھا اور خاص طور پر جب انہوں نے یہ بتایا کہ یہ واقعہ اس طرح ہوا ہے تو میں بھی طبعی جوش رکھتا تھا کہ اس مسجد میں جاؤں لیکن یہ بھی اللہ کے کاروبار ہیں کہ ہالینڈ کی مسجد کا آغاز بھی خلیفہ وقت نے نہیں کیا تھا کسی اور نے کیا تھا۔ اس کی جب توسیع ہوئی ہے تب بھی خلیفہ وقت کو توفیق نہیں ملی بلکہ اس کی نمائندگی میں کسی اور ہی کو موقع ملا ہے۔ اللہ اپنے راز بہتر سمجھتا ہے بہر حال ہم راضی برضا ہیں اور جو التواء کی وجہ ہے، وہاں جانے میں التواء ہوا ہے وہ وجہ موسم کی ایسی اچانک خرابی ہے جس پر ہمارا کوئی بھی اختیار نہیں تھا۔ ہر طرح سے ہم نے کوشش کر دیکھی وہ جہاز پکڑنے کی جو ایک ہی جہاز چل رہا تھا، وہ پکڑنے کی کوشش بھی کی اگرچہ موسم بہت خراب تھا لیکن ہمیں جہاز والوں نے بتایا کہ اس جہاز

پر اتنا دباؤ ہے ٹریفک کا، کیونکہ ایک ہی چل رہا ہے صرف، کہ ناممکن ہے آپ کو اس میں جگہ دینا۔ پھر ہم نے سوچا کہ ٹنل Tunnel میں کیوں نہ سفر کریں۔ وہ گاڑی جس کا باہر کے طوفانوں سے کوئی بھی تعلق نہیں وہ اس وقت خیال نہیں آیا کہ سب کو یہی خیال آیا ہوگا اور ان منتظمین نے ہمیں کہا کہ یہ وہم ہی دل سے نکال دو، اتنی بڑی ٹریفک ہے یہاں ہمارے پاس اس وقت کہ اسے سنبھالنا ناممکن ہو چکا ہے۔ اگر آپ ریزرو بھی کروالیں تو ریزرو کروانے کے باوجود ہوسکتا ہے بارہ گھنٹے Queue میں کھڑا ہونا پڑے۔ تو جو صورت تھی ویسی تھی کہ ناممکن تھا۔ پھر بھی Queue میں کھڑے بھی رہتے بارہ گھنٹے تو ہوسکتا ہے کہ آگے کسی اور کی باری آتی اور ہم پیچھے سے انتظار ہی میں رہ جاتے۔ تو یہ مجبوریاں تھیں جن کی وجہ سے میں وہاں خود شامل نہیں ہوسکا لیکن امیر صاحب سے میں نے درخواست کی کہ وہ اس مسجد کا افتتاح کروائیں اور اُمید ہے کہ اس وقت وہاں افتتاح ہو رہا ہوگا یا ہو چکا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس مسجد کی تعمیر میں وقار عمل کے ذریعہ اور چوہدری عبدالرشید صاحب آرکیٹیکٹ کے عمدہ نقشہ بنانے کے نتیجہ میں اور پھر سارے کام کی نگرانی کے نتیجہ میں اس مسجد پر جتنا تعمیر نو پر خرچ آنا تھا اس سے بہت کم خرچ اٹھا ہے۔ اب دعا کی خاطر جو کارندے ہیں جنہوں نے کام کیا ہے ان کا ذکر کرتا ہوں۔ سب سے پہلے تو امیر صاحب ہالینڈ خود ہیں اور ان کے ساتھ حمید صاحب نے بھی جس حد تک ان کے وقت نے اجازت دی انہوں نے اس مسجد کے معاملات میں گہری دلچسپی لی۔ اب امیر صاحب ہالینڈ تو بہرحال چندہ اکٹھا کرنے، محنتیں کروانے، وقار عمل کے انتظام کروانے میں مسلسل بہترین کارکردگی دکھاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ چوہدری عبدالرشید صاحب آرکیٹیکٹ بھی خاص طور پر دعا کے مستحق ہیں۔ ان کا سب سے پہلے تو جو نقشے بنانے اور ان کی کونسل سے منظوریاں لینے، اس میں بہت وقت صرف ہوا ہے ہمارا۔ بہت پہلے یہ مسجد بن سکتی تھی مگر کونسل سے نئے نقشے بنا کر ان کی منظوریاں لینا یہ دو مسائل پیش کر رہا تھا۔ ایک تو یہ کہ وہاں کے آرکیٹیکٹ سے اگر ہم یہ کرواتے تو اس آرکیٹیکٹ کی فیس ہی بہت زیادہ تھی اور پھر اس کے ذریعہ جن کمپنیوں کو ٹھیکہ دیتے ان کے اخراجات بے انتہا تھے۔ اس لئے چوہدری عبدالرشید صاحب کو میں نے مشورہ دیا کہ آپ بطور آرکیٹیکٹ وہاں درج ہو جائیں اور جو نئے قوانین بنے ہیں یورپ کے اکٹھے ہونے کے نتیجہ میں ان میں ان کو موقع مل گیا۔ چنانچہ بحیثیت آرکیٹیکٹ ان کا وہاں

کونسل میں درج ہونا بہت سا وقت تو اس میں لگ گیا۔ پھر جو نقشے انہوں نے پیش کئے ان کو بار بار کونسل کبھی ایک عذر کبھی دوسرا عذر رکھ کر ردّ کرتی رہی، ترمیموں کے مطالبہ کرتی رہی۔ تو یہ عرصہ ہے جو 1987ء سے لے کر اب تک جو تاخیر ہوئی ہے اس تاخیر کے ذمہ دار عرصہ میں یہ عوامل ہیں لیکن جب کام شروع ہوا ہے تو اس کام شروع ہونے کے بعد بھی اس کو دو سال پانچ مہینے لگے ہیں مکمل ہونے پر کیونکہ کئی دفعہ وہ پیسے کی کمی کی وجہ سے رک جاتے تھے اور اس خیال سے کہ بار بار مرکز پہ بوجھ نہ ڈالا جائے خاموشی بھی اختیار کر جاتے تھے۔ بعض دفعہ مہینوں کے بعد مجھے پتا چلا کہ کام رکا ہوا ہے کیونکہ پیسے ختم ہیں حالانکہ مسجد کے کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے بے حد پیسے دے رکھے ہیں کوئی ضرورت نہیں تھی کہ کام کو ختم کیا جاتا مگر جو بھی ہوا ہوتا رہا، رک رک کر چلتا رہا مگر چلتا رہا اور اس عرصہ میں چوہدری عبدالرشید صاحب آرکیٹیکٹ نے وہاں قریباً سولہ سترہ دفعہ موقع پر جا کر کام کی نگرانی کی ہے۔ اور جو مختلف لوگوں نے اس میں خاص طور پر حصّہ لیا ہے ان کا میں ذکر خیر کرنا چاہتا ہوں تا کہ آپ کو ان سب کے لئے دعا کی تحریک ہو۔ امیر صاحب اور عبدالحمید صاحب کا تو عمومی ذکر کر چکا ہوں۔ اب میں وقارِعمل کرنے والوں کا ذکر کرتا ہوں جنہوں نے اس سارے عرصہ میں مسلسل وقارِعمل کیا ہے یا اس کے مختلف حصوں میں، چھ چھ مہینے کے لئے، دو دو تین تین مہینے کے لئے وہ وقارِعمل کے لئے آتے رہے۔ تو جو خاص طور پر نام میں نے چنے ہیں دعائیہ تحریک کے لئے وہ حسب ذیل ہیں۔

حنیف Handrick صاحب یہ ڈچ احمدی ہیں اور مسلسل اس عرصہ میں یہ وہاں رہے اور بڑی محنت سے کام کیا۔ ان کی اہلیہ نے بھی چھ ماہ تک Hague میں رہ کر وقارِعمل میں حصّہ لیا یعنی اس طرح کہ وقارِعمل میں آنے والوں کے لئے جو کھانا پکانا ہوتا تھا وہ احمدی خواتین تیار کرتی تھیں تو حنیف Handrick صاحب کی بیگم صاحبہ اس غرض سے وہاں پہنچی رہیں۔ ان کے علاوہ بھی اور خواتین نے اس میں حصّہ لیا۔ محمد یامین صاحب۔ یہ ہمارے معمار بھی ہیں اور بڑھئی بھی ہیں۔ بہت سے کام جانتے ہیں۔ انہوں نے مسلسل وقارِعمل کر کے اس مسجد کی تعمیر میں شروع سے آخر تک ثواب کمایا۔ ظفر اللہ صاحب جرمنی سے چھ ماہ کے لئے تشریف لائے۔ منور جمیل صاحب سپین سے چھ ماہ کے لئے تشریف لائے۔ عبدالحق محمود، عثمان بیداللہ، خواجہ مبشر احمد ان سب کو خدا تعالیٰ کے فضل سے حسب توفیق اس نیک کام میں حصّہ لیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ انشاء اللہ جب بھی آئندہ

توفیق ہوگی میں ضرور خود یہ مسجد دیکھنے جاؤں گا کیونکہ مجھے بھی بہت شوق ہے۔اس درمیانی عرصہ میں جا کر دیکھتا رہا ہوں اور موقع پر ہدایات بھی دیتا رہا ہوں کس چیز کو کس طرح کیا جائے۔ کلّھم جو بھی خرچ اٹھنا تھا اس کا اندازہ تھا بیس لاکھ گلڈرز (Guilders) اور عملاً جو کام ہوا ہے یہ سات لاکھ گلڈرز (Guilders) میں ہوا ہے۔تو ساٹھ فیصد جو بچت ہے یہ بچت حسب سابق جماعت نے خدمت خلق اور وقار عمل کے ذریعہ کی ہے۔ یہ وہ حساب کے کھاتے ہیں جو خدا کے حضور تو ہمیشہ محفوظ رہیں گے لیکن دُنیا کے حساب میں یہ لکھے نہیں جاتے تو عملاً یہ بیس لاکھ گلڈرز (Guilders) کی تعمیر ہے جس کو خدا تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی کہ ہم نے سات لاکھ تک مکمل کر لیا۔

اب جماعت احمدیہ فرانس: جماعت احمدیہ فرانس کا یہ تبلیغی مرکز، وہ عمارت جو خریدی گئی ہے یہ پہلے ایک کارخانہ ہوا کرتا تھا۔اس کو مختلف تبدیلیوں کے بعد مرکز کے طور پر چنا گیا کیونکہ اس کے ساتھ جو عمارت تھی وہ کافی وسیع تھی اور اس میں گنجائش تھی کہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہاں جب تک باقاعدہ الگ مسجد بنانے کی توفیق نہ ملے وہیں مسجد کی ساری ضرورتیں پوری ہو جائیں۔ چنانچہ اس کے ہال کے اندر قبلہ رخ مسجد کا انتظام کیا گیا۔ نیچے خواتین کے لئے بھی مسجد کا انتظام کیا گیا۔ساتھ ملحقہ عمارتوں میں نمائش وغیرہ، بہت سی چیزیں ایسی تھیں سٹوڈیو بننا تھا، لائبریری بننی تھی وہ وقتی ضرورتیں پوری کی جاتی رہیں لیکن مشکل یہ تھی کہ کونسل کے ہاں بطور مسجد اس کا اندراج نہیں تھا اور چونکہ نمازی عام دنوں میں بھی اور خصوصاً جمعہ پہ بکثرت آتے تھے اس لئے یہ تلوار سر پر لٹکی رہتی تھی کہ اگر کونسل چاہتی تو اعتراض کرتی کہ جگہ کسی اور مقصد کے لئے تھی۔ لی آپ نے کسی اور مقصد کی خاطر تھی یعنی تھی بھی اور مقصد کی جگہ، لی بھی آپ نے اور مقصد کے لئے تھی۔اس میں آپ نے مستقل نمازوں کا مرکز بنا لیا ہے۔ چونکہ فرانس میں بہت سی ایسی کارروائیاں ہوتی رہی ہیں جو بنیاد پرست مسلمانوں کی طرف سے، آگ لگانے کے، دہشت گردی کے واقعات اس لئے اس طرف بھی نظر رہی ہے ان اداروں کی کہ کہیں یہ بھی اسی قسم کے لوگ تو نہیں۔ پھر ہمیں یہ بھی مشکل پیش آتی رہی کہ بعض دفعہ تبلیغ کی خاطر مختلف لوگوں کو دعوتیں دی جاتیں۔کوئی الجیریا کا، کوئی مراکو کا، غرض یہ کہ مختلف وہ باشندے جن کا زیادہ تر فرانس سے تعلق ہے اور وہ فرانس میں زیادہ تر رہائش پذیر ہیں۔ ہمیں تو اس سے غرض نہیں تھی کہ ان کا پس منظر کیا ہے۔ وہ دہشت گرد تھے یا ہیں۔ ہم تو ان کو تبلیغ کی دعوت دیا کرتے تھے

اور ان کے آنے جانے سے بھی شبہات پیدا ہوتے رہے اور معلوم ہوتا ہے کہ مسلسل ان کی انٹیلی جنس نے ہماری نگرانی کی ہے۔ آٹھ دس سال تک مسلسل نگرانی کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ بالآخر پوری طرح مطمئن ہو گئے کہ جماعت احمدیہ کا دہشت گردی سے کوئی دُور کا بھی تعلق نہیں۔ چونکہ نگرانی کے دوران کوئی بھی واقعہ ایسا ان کو دکھائی نہیں دیا کہ جس سے ہماری دلچسپیوں کو روک سکتے، اس لئے روکا تو نہیں مگر منظوری بھی نہ دی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو نئی انتظامیہ ہے اس میں ملک اشفاق ربانی صاحب نئے امیر مقرر ہوئے ہیں وہ معاملہ جو دیر سے لٹکا ہوا تھا اس پر انہوں نے فوری توجہ دی اور کونسل سے مل ملا کر ان کو بتایا کہ دیکھو تم جانتے ہو کہ ہم صاف ستھرے لوگ ہیں اور یہ بھی جانتے ہو کہ یہ جگہ مسجد کے طور پر استعمال ہو رہی ہے تو ہمارا حق کیوں تسلیم نہیں کرتے کہ جو مسجد کے لئے جگہ استعمال ہو اس کو مسجد ہی کہیں۔ چنانچہ الحمدللہ کہ اشفاق ربانی صاحب نے کچھ دن پہلے مجھے یہ اطلاع دی کہ کونسل نے با قاعدہ اسے مسجد کے طور پر منظور درج کر لیا ہے۔ منظوری تو وہ نہیں دے سکتے وہ تو اللہ ہی دیتا ہے مگر درج کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اب یہ بطور مسجد درج ہو چکی ہے۔ یہ وجہ تھی کہ ان کی خواہش تھی کہ اس موقع پر میں جا کر اس نئی صورت حال میں از سر نو افتتاح کرتا۔ پہلے جو افتتاح تھا وہ ایک مسجد کی عارضی جگہ کا ہوا تھا۔ اب بحیثیت مسجد اس کا افتتاح ہونا تھا۔ وہی وجوہات مانع ہوئیں جو میں پہلے ذکر کر چکا ہوں اور میں وہاں خود حاضر نہیں ہو سکا لیکن ان کی یہ خواہش ہے کہ میں ان کا بھی تذکرہ کر دوں، ان کی جماعت کا بھی، ان کی کوششوں کا بھی تا کہ سب دُنیا کی جماعتوں میں دعا کی تحریک ہو۔ جو جماعت کی نئی انتظامیہ ہے انہوں نے جو غیر معمولی کوشش شروع کی ہے اس کے نتیجہ میں بہت سے مستقل مفید کاموں کا اجراء ہو چکا ہے اور میں مثال کے طور پر آپ کے سامنے ذکر کر رہا ہوں کہ فرانس MTA کے سٹوڈیو کا بھی آج ہی افتتاح ہو رہا ہے۔

جماعت فرانس میں ایک بیداری کی جو لہر ہے اس سے تبلیغ اور مالی قربانی کے میدان میں بہت آگے بڑھے ہیں۔ بچوں کی تعلیمی تربیتی اور قرآن کلاسز کے علاوہ نو مبائعین کی کلاس اور داعیان الی اللہ کے اجلاسات کا سلسلہ بھی جاری ہو چکا ہے۔ نیز لائبریریوں میں جماعتی کتب اور قرآن کریم کے نسخے رکھوانے کی کارروائی بھی ہو رہی ہے۔ اس جلسہ میں جو فرانس کے باشندے ہیں ان میں سے وہ لوگ جن کی مختلف قومیتیں ہیں اور مجھے تعجب ہوا یہ معلوم کر کے کہ فرانس میں مختلف قومیتوں کے جو لوگ

آباد ہو چکے ہیں ان کی تعداد پچاس سے زائد ہے۔ بہت سے پرانی فرانسیسی نوآبادیات سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں اور بہت سے دوسری وجوہات سے یہاں آ کر بس جانے والے البانیہ وغیرہ کے لوگ ہیں، بوسنیا کے بھی ہیں۔غرض یہ کہ مختلف یورپ کی اور افریقہ کی نمائندہ قومیں یہاں آباد ہیں۔ چنانچہ اس موقع پر چونکہ میری شمولیت کی توقع تھی انہوں نے پچاس سے زائد قوموں سے تعلق رکھنے والے غیر از جماعت مہمانوں کو شرکت کی دعوت دی تھی اور ان کی توقع ہے کہ وہ سارے شامل ہو گئے ہونگے تو جتنے بھی شامل ہو سکے ہیں یہ ان کے نصیب۔ بہرحال ان سب کے لئے ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت کے سامان فرمائے آج جو مہمان کے طور پر شامل ہو رہے ہیں کل وہ میزبان کے طور پر بھی شامل ہوں۔

اب میں اسی مضمون کا آغاز کرتا ہوں جسے نامکمل چھوڑ دیا گیا تھا۔حیا کا مضمون چل رہا ہے۔ سب سے پہلی حدیث جو اس ضمن میں میں نے اختیار کی ہے وہ مؤطا امام مالك، کتاب حسن الخلق سے لی گئی ہے۔ اس میں حضرت زید بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہر دین کا ایک خاص خُلق ہوتا ہے اور اسلام کا خُلق حیا ہے۔''

(مؤطا امام مالك، کتاب حسن الخلق، باب ما جاء فی الحیاء ، حدیث نمبر:9)

اب یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جب کہا جائے ہر دین کا ایک خاص خلق ہوتا ہے اور اسلام کا خلق حیا ہے تو ثابت ہو رہا ہے کہ اور کسی دین میں حیا کو بطور خُلق کے استعمال نہیں کیا گیا۔ یہ بہت ہی اہم نکتہ ہے جو سمجھنے کے لائق ہے اور غیر دینوں سے تبادلہ خیالات کے وقت تبلیغ کرنے والوں کو یہ نکتہ یاد رکھنا چاہئے، ان کے بہت کام کا نکتہ ہے کیونکہ حیا تمام نیکیوں کی جان ہے اور تمام بداخلاقیوں کی دشمن ہے۔اگر حیا عیسائیت کی بھی جان ہوتی اور یہی اس کا مرکزی نکتہ ہوتا تو آج عیسائی ملکوں میں جو فسادات پھیلے ہوئے ہیں جو خرابیاں برپا ہیں وہ کبھی دکھائی نہ دیتیں۔مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان ملکوں میں بھی یہی کچھ ہو رہا ہے مگر اس لئے ہو رہا ہے کہ حیا چھوڑنے کی وجہ سے ہوا ہے۔ حیا دین کا حصّہ ہے اگر دین والوں کو حیا نہ رہے تو ان کے اخلاق اور ایمان کی حفاظت تو حیا نہیں کر سکتی۔ پس تمام مسلمان کہلانے والے ملکوں میں جو بے حیائی کا دور دورہ دکھائی دے رہا ہے، بدخلقیوں کا

دور دورہ دکھائی دے رہا ہے یہ قطعی طور پر ثابت کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی تعریف کی رو سے یہ مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں کیونکہ دین اسلام کا خلاصہ حیا ہے۔ جہاں حیا اٹھ جائے اور بے حیائی کا عام دور دورہ ہو اس ملک کے بسنے والے اسلام کی طرف لاکھ منسوب ہوں حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی تعریف کی رو سے وہ مسلمان نہیں کہلا سکتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت سنن الترمذی سے لی گئی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''حیا ایمان میں سے ہے اور ایمان جنت میں ہے۔''

اب وہاں 'سے' کا لفظ بھی نہیں ایمان جنت 'میں' ہے۔ ترجمہ کرنے والے اس کا ترجمہ کرتے وقت اس کے معانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی طرف سے یہ لگا لیتے ہیں کہ ایمان والا جنت میں جائے گا۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ کے فصیح و بلیغ کلام میں یہ ذکر نہیں ہے ورنہ کہہ سکتے تھے کہ ہر مومن جنت میں جائے گا اور یہ بات تو عام پھیلی پڑی ہے ہر جگہ۔ بہت ہی لطیف کلام ہے اور اس کے ساتھ ہی فرمایا:

''وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ، وَالْجَفَاءُ فِي النَّارِ۔''

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ عن رسول اللہ ﷺ باب ما جاء فی الحیاء، حدیث نمبر: 2009)

کہ بذاء یعنی فحش گوئی یہ بدخلقی میں سے ہے اور بدخلقی دوزخ میں پلتی ہے۔ یہ نہیں فرمایا بدخلقی کرنے والا۔ وَالْجَفَاءُ فِي النَّارِ: اور بدخلقی دوزخ میں پلتی ہے۔ بہت ہی فصیح و بلیغ کلام ہے جس سے بہت مطالب پھوٹتے ہیں۔ تو بار بار اسی حدیث کے حوالے سے اس کے مطالب کی بحث اگر شروع کی تو بعض لوگوں کے لئے شاید سمجھنے میں دقّت پیدا ہو۔ میں نے اس کا ترجمہ، جو بعینہٖ ترجمہ بنتا ہے وہ آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ ایمان جنت میں ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ دراصل ایمان کا ایک مرکزی معنی یہ ہے۔

''طُمَأْنِينَةُ النَّفْسِ وَزَوَالُ الْخَوْفِ۔''

(المفردات فی غریب القرآن، کتاب الألف زیر لفظ أمن)

طمانیت نفس اور زوال خوف اور یہی معنی حضرت امام راغب نے اور بعض اور کتب میں بیان کئے ہیں جو عربی لغت کی کتابوں میں بہت نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ حضرت امام راغب اور ان دونوں لغات کا اتفاق اس بات پر یہ بتا رہا ہے کہ یہ معنی اصل ہے یعنی مرکزی معنی یہی ہے باقی سارے معانی اس

سے پھوٹتے ہیں۔ تو اس لئے آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کو غور سے سمجھنے کی ضرورت ہے کہ حیا ایمان ہے اور ایمان جنت میں ہے۔ کن معنوں میں جنت میں ہے؟ اس لئے کہ پوری طمانیت ہی حیا سے ملتی ہے اور پوری طمانیت ہی ایمان سے ملتی ہے اور اصل طمانیت جس میں زَوَالُ الْخَوْفِ بھی شامل ہو کوئی خوف کا شائبہ تک باقی نہ رہے وہ امن کی حالت، وہ طمانیت کی حالت حیا سے ملتی ہے اور جیسا کہ میں آگے تفصیل بیان کروں گا حیا ہی کے سارے شعبے ہیں جو ساری زندگی پر چھائے ہوئے ہیں اور سچی طمانیت حیا سے نصیب ہوتی ہے۔ اور ایمان کا یہ معنی کہ ایمان جنت میں ہے طمانیت نصیب کرتا ہے اور زَوَالُ الْخَوْفِ ہے۔ یہ معنی حضرت ابراہیمؑ کے پیش نظر تھے جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ سوال کیا کہ مجھے بتا کہ مردے کیسے زندہ کئے جاتے ہیں؟ جواباً دیکھیں اللہ نے یہی فرمایا: اَوَلَمْ تُؤْمِنْ تو ایمان نہیں لایا۔ اللہ جانتا تھا کہ حضرت ابراہیمؑ ایمان لے آئے ہیں مگر حضرت ابراہیمؑ کی فراست کا ایک گویا امتحان تھا کہ دیکھیں کن معنوں میں یہ کہہ رہا ہے تو حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا: بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ (البقرۃ: 261) ایمان تو لایا ہوں مگر ایمان کا یہ پہلو بھی تو پیش نظر ہے کہ وہ طمانیت بخشتا ہے۔ تو میں ایمان کے گہرے معانی پر نظر رکھتے ہوئے یہ عرض کر رہا ہوں تا کہ تو یہ خیال نہ کرے میرے متعلق اے خدا! یہ گمان نہ کرے کہ میں ایمان نہیں لاتا اس لئے پوچھ رہا ہوں اس لئے کہ ایمان کے تمام شعبوں پر حاوی ہو جاؤں۔ اس کی جان طمانیت ہے، کوئی بھی خلش دل میں باقی نہ رہے۔ یہ بہت وسیع مضمون ہے حضرت ابراہیمؑ کا یہ جواب ہی بہت عظیم الشان ہے مگر جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا میں حدیثوں کے ذکر کے بعد پھر ان حدیثوں کے خلاصہ کے طور پر اس حیا کے مضمون کو اس خطبہ میں مکمل کرنے کی کوشش کروں گا۔

ایک اور حدیث بخاری کتاب الادب سے لی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

”آنحضرت ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے وہ اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں سرزنش کر رہا تھا۔ تم حیادار ہو بہت زیادہ، ہر کام سے پیچھے رہ جاتے ہو۔“

اس قسم کی کچھ باتیں ہونگی مگر یہ حیا کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ پیچھے رہ جائے کوئی شخص مگر چونکہ وہ حیا کے خلاف سرزنش کر رہا تھا۔

’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو کیونکہ حیا ایمان میں سے ہے۔‘‘

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الحیاء، حدیث نمبر: 6118)

اگر تم حیا کے خلاف کوئی بات کرو گے تو ہوسکتا ہے اس کا ذہن بدک جائے اور پھر رفتہ رفتہ بے حیائی کی طرف مائل ہو یعنی اس کا ایمان جاتا رہے۔

پھر ایک روایت ہے اور اسی روایت کے مختلف پہلوؤں کو مَیں اب باقی خطبہ میں کھول کر بیان کروں گا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

’’فحش جس چیز میں بھی ہو اس کو بدصورت کر دیتا ہے۔‘‘

اب فحش کے متعلق پہلے میں بیان کر چکا ہوں کہ بے حیائی کی تعریف ہی رسول اللہ ﷺ نے فحش فرمائی ہے۔ فحش کلامی، فحش سے نہ شرمانا، یہ بے حیائی کی جان ہے اور اسی سے سارے معاشرے تباہ ہوتے ہیں۔ تو فرمایا کہ:

’’فحش جس چیز میں بھی ہو اس کو بدصورت کر دیتا ہے اور حیا جس چیز میں ہو اس کو مزیّن اور خوبصورت بنا دیتی ہے۔‘‘

(جامع الترمذی، کتاب البرّ والصلۃ، باب ما جاء فی الفحش والتفحش، حدیث نمبر: 1974)

یہ وہ مرکزی پہلو ہے حیا کی خوبیوں کا جس کے متعلق میں چند نکات آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ حیا اور زینت کا جہاں تک گہرا تعلق ہے یہ سب دُنیا کے ادب میں ملتا ہے جہاں تک میں نے مختلف دُنیا کی بڑی بڑی زبانوں کے ادب کا مطالعہ کیا ہے ان کی شاعری پر نظر ڈالی ہے اگرچہ تھوڑی نظر ڈال سکا ہوں لازماً اتنا وقت تو مل ہی نہیں سکتا، مگر یہ بات میں نے دیکھی ہے کہ سب دُنیا کی قوموں نے حیا کی تعریف حسن کے ساتھ ملا کے کی ہے۔ اپنے محبوبوں کو سارے ہی حیادار بتاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ حیا سے ان کا حسن بڑھتا ہے۔ کبھی دُنیا کے کسی ادب میں، کسی شاعری میں آپ بے حیائی کی تعریف نہیں سنیں گے۔ یہ نہیں سنیں گے کہ بے حیائی سے میرا محبوب زیادہ خوبصورت ہو گیا۔ یہ مضمون ہے جو رسول اللہ ﷺ نے بنیادی طور پر بیان فرمایا ہے حیا زینت بخشتی ہے اور بے حیائی زینت لے جاتی ہے، دور کر دیتی ہے۔ اس سلسلہ میں دیکھیں غالب بھی تو یہی کہتا ہے کہ جب حیا بھی اس کو آئے ہے تو شرما جائے ہے۔

غیر کو، یا رب! وہ کیونکر منعِ گستاخی کرے؟
گر حیا بھی اس کو آتی ہے، تو شرما جائے ہے (مرزا اسد اللہ خاں غالب)

بعض دفعہ اپنی حیا سے بھی آدمی شرما جاتا ہے اور یہ اپنی حیا سے شرما جانا یہ وہ مضمون ہے جو اس حدیث کے بنیادی مضمون میں داخل ہے۔ ’’اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّهُ۔‘‘ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب شعب الایمان، حدیث نمبر: 157) تمام تر بہتر ہے۔ اور جو حیا سے شرماتا ہے اس کے اندر ایک نیا حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ اب دیکھیں حیا نہ ہو تو چہرے کے نقوش کیسے بھی خوبصورت ہوں ان میں حسن باقی نہیں رہتا۔ اس کی مثالیں آپ دیکھ سکتے ہیں کئی طریقے سے۔ سب سے پہلے تو رشوت خور کا چہرہ آپ نے دیکھا ہوگا بددیانتی سے مال کمانے والے کا چہرہ دیکھا ہوگا، ظلم کرنے والے کا چہرہ دیکھا ہوگا، لوگوں کے حقوق غصب کرنے والے کا چہرہ دیکھا ہوگا، اس کے نقوش بظاہر کیسے ہی متوازن کیوں نہ ہوں ان میں کوئی حسن باقی نہیں رہتا وہ بظاہر متوازن نقوش بھیانک ہو جاتے ہیں۔ اس پر نظر ڈالنے سے طبیعت میں کراہت محسوس ہوتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس کو میں حیا کیوں کہہ رہا ہوں؟ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے جو حیا کی تعریف کا مرکزی نکتہ بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ انسان خدا سے شرمائے اور خدا سے ان کاموں میں شرمائے جن کاموں میں وہ پسند نہیں کرتا کہ اللہ دیکھ رہا ہو کہ میں یہ کر رہا ہوں ساری دیانتداری اور نیکوکاری کا راز اس بات میں ہے۔ اب دیکھیں بچے بعض حرکتیں کر رہے ہوتے ہیں، ماں باپ آجائیں تو کیسے ٹھیک ٹھاک ہو کے بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ حیا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ماں باپ ان حرکتوں کو پسند نہیں کریں گے اور وہ ماں باپ کی شرم رکھتے ہیں۔ تو ایک مومن جو جانتا ہے کہ خدا کی ہمیشہ اس پر نظر ہے وہ کیوں نہ حیا سے کام لے اور جب وہ اللہ کی حیا نہیں رکھتا تو پھر دُنیا کی بھی حیا اٹھ جاتی ہے، کسی چیز کی حیا باقی نہیں رہتی۔ جن مغربی قوموں کا میں نے ذکر کیا تھا ان کی یہی مصیبت ہے، یہی وبال ہے ان کا کہ اللہ کی حیا اٹھ گئی ہے تو پھر رفتہ رفتہ دُنیا کی حیا اُٹھتی چلی جارہی ہے ان کا جو نقاب اٹھ رہا ہے اس کی کوئی انتہا نہیں سوائے اس کے کہ اپنا سب کچھ گند باہر کر دیں اور پھر خود اس سے متنفر ہو کے بھاگیں۔ اور یہ دوسرا دور بھی کسی حد تک شروع ہو چکا ہے لیکن یہ یاد رکھیں کہ حیا کا بدی، فسق و فجور سے یہ تعلق ہے کہ جب حیا نہ ہو تو بدی اور فسق و فجور نے لازماً ایسے دل پر قبضہ کر لینا ہے جو حیا سے خالی ہے۔

اب جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ رشوت خور کا چہرہ آپ نے دیکھا ہے اور ایسا ہی بدکاروں کا، ظالموں کا چہرہ دیکھا ہوا ہے کتنا بھیانک چہرہ ہو جاتا ہے۔ کبھی بھی آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نقوش بڑے اچھے ہیں، اس کی آنکھیں خوبصورت ہیں، اس کا ناک متوازن ہے، اس کے ہونٹ، اس کے گال، اس کی گردن، اس کا جسم جتنا وہ بظاہر خوبصورت ہوگا اتنا ہی بھیانک اور بدصورت دکھائی دے گا۔ یہی حال فاحشہ عورتوں کا ہوا کرتا ہے۔ فاحشہ عورتوں کا جو ظاہری حسن ہے اس کے ظاہر کو جتنا چاہیں آپ متوازن قرار دے لیں ان کے چہرے سے جو ہولناک ایک کراہت پیدا ہوتی ہے ان کے چہرے پر نظر ڈالنے سے کوئی ظاہری حسن اس کراہت کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ ان کی آنکھیں حیا سے خالی، ان کے چہرے کے آثار حیا سے خالی اور اس کے نتیجہ میں حسن کو بے حیائی ایسا بگاڑ دیتی ہے کہ وہ بدزیب، بدصورتی بن جاتا ہے بعینہٖ یہی مرکزی تعریف آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہے حیا زینت بخشتی ہے اور بے حیائی حسن کو اجاڑ دیتی ہے۔

اس پہلو کو مدنظر رکھ کے ایک ایسے شریف النفس انسان کا بھی تصور کریں خواہ وہ کوئی بھی ہو اگر وہ نیکوکار ہے اور ان معاملات میں جس میں اس پر اعتماد کیا گیا ہے دیانتداری سے کام لیتا ہے تو ضروری نہیں کہ وہ مومن ہی ہو کسی بھی دین سے تعلق رکھتا ہو یا بظاہر بے دین بھی ہو اس کو حیا اس تصور سے نہیں آتی کہ میں کیوں برا کام کروں۔ اس کے اندر سے ایک دیکھنے والا پیدا ہو جاتا ہے اور جس طرح مومن کو خدا دیکھ رہا ہوتا ہے اور اس سے حیا کرتا ہے ایسا شخص خود اپنے ضمیر سے حیا کرتا ہے اور حیا ضرور کرتا ہے اور دیکھیں اس کا چہرہ کیسا صاف ستھرا دکھائی دیتا ہے۔ ایسے افسروں سے آپ کو کوئی دفعہ ملنے کا اتفاق ہوتا ہوگا ان کے چہرہ پر شرافت لکھی جاتی ہے ان کے چہرے میں ایک حسن دکھائی دیتا ہے جس کو آپ بیان نہ بھی کر سکیں بظاہر، بدصورت بھی ہوں تو وہ کشش والے چہرے ہیں جو آپ کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ تو حیا بدزیبی، بدصورتی کو بھی خوبصورت بنا دیتی ہے اور بے حیائی خوبصورتی کو بھی بدزیب بنا دیتی ہے، مکروہ بنا دیتی ہے۔ یہ ہیں آنحضرت ﷺ کے پُرمعارف کلمات، ایک چھوٹے سے کلمہ میں دیکھیں کتنے مضامین کو اکٹھا ایک مالا کی طرح پرو دیا ہے۔

اب یہ جو حیا کا مضمون ہے اس کو جماعت احمدیہ کو خصوصیت سے پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ ہمارے ہاں جس ماحول میں بچیاں پل رہی ہیں ان کو اگر ماں باپ صرف حیا پر قائم کر دیں تو سب کچھ

کما لیا، کامیاب ہو گئے وہ کیونکہ جہاں بھی مجھے شکایت ملتی ہے دینی اصولوں کو نظر انداز کر کے بعض جرائم کا ارتکاب کرنے والی بچیاں ساری وہ ہیں جن کی آنکھیں حیا سے خالی ہوتی ہیں، جن کے دلوں میں حیا نے جھانکا نہیں ہوتا۔ حیا کرتی ہیں ماں باپ کی آنکھ سے کچھ عرصہ تک اور جب سوسائٹی میں باہر جاتی ہیں تو پھر کوئی آنکھ ان کو نہیں دیکھ رہی ان کے نزدیک گویا خدا ہے ہی نہیں لیکن ماں باپ نے اگر بچپن ہی سے سچی حیا ان کے دل میں پیدا کی ہوتی اور اللہ کے حوالے سے حیا پیدا کی ہوتی تو ایسی بچیاں کبھی ضائع نہیں ہو سکتیں، ناممکن ہے۔ جہاں بھی جاتی ہیں اللہ ان کے ساتھ ساتھ جاتا ہے اور خدا کے حاضر اور غائب ہونے کا ایک یہ بھی مضمون ہے جسے آپ کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ایک مومن بعض دفعہ ایک بدی کا ارتکاب کر رہا ہوتا ہے اور بڑی سخت بدی ہوتی ہے اس وقت وہ مومن نہیں رہتا۔ (صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب النهبی بغیر اذن۔۔، حدیث نمبر: 2475) یہ کیا مطلب ہے کہ اس وقت نہیں رہا پھر ہو گیا؟ اصل میں مومن کی جو تعریف قرآن کریم نے فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (البقرۃ:4) اس لئے مومن نہیں رہتے کہ غیب یعنی اللہ کی ذات جو دکھائی نہیں دے رہی اس پر ایمان نہیں لاتے پورا۔ اس لئے فرمایا اس لمحہ جب وہ بدی کا ارتکاب کر رہے ہوں وہ مومن نہیں رہتے۔ اللہ تعالیٰ غیب تو ہے لیکن ایک ایسا غیب ہے جو دکھائی نہ دینے کے باوجود ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ جو بھی انسان بدی کرتا ہے جَنْبِ اللهِ (الزّمر:57) میں کرتا ہے، اللہ کے پہلو میں کرتا ہے۔ اگر وہ غیب پر ایمان سچا رکھتا ہو تو سچے غیب پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ دکھائی نہ دینے کے باوجود وہ ہمیشہ ساتھ رہتا ہے اور اگر اس پہلو سے مومن غیب پر ایمان لائیں تو کسی بدی کا ارتکاب کر ہی نہیں سکتے۔ اس کے باوجود آنحضور ﷺ سے بہتر اور کون جانتا تھا کہ بہت بڑے بڑے نیک اور متقیوں سے بھی بعض دفعہ غلطیاں ہو جاتی ہیں اور توبہ کے بعد پھر بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں کیا وہ مومن نہیں ہوتے؟ فرمایا اس وقت مومن نہیں ہوتے کیونکہ اس وقت وہ خدا سے غائب ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی ایک غیب ہی کا مضمون ہے جیسے کبوتر آنکھیں بند کر لیتا ہے اسی طرح وہ گویا خطرے سے آنکھیں بند کرتے ہیں اور جب خدا یاد آتا ہے یعنی آتا ہو گا بعضوں کو تو اس وقت لازم ہے کہ ان کے گناہ کی لذّت میں خلل واقع ہو۔ ان کے گناہ کی لذّت ہی خدا کو اپنے سے دور رکھنے سے پیدا ہوتی ہے اور جب خدا قریب آ جائے اور وہ لذّت جاتی رہے تو صاف

ظاہر ہوا کہ یہ لذّت ایک شیطانی فعل تھا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں تھا ورنہ اللہ قریب آتا، وہ دکھائی دے رہا ہوتا، محسوس ہوتا کہ خدا ہمارے قریب آ گیا ہے تو اس لذّت میں اضافہ ہونا چاہئے تھا۔

اب وہ لوگ جو نیک کام کرتے ہیں اگر ان کا دماغ اس طرف چلا جائے کہ اللہ دیکھ رہا ہے دیکھو کتنے مزے اڑاتے ہیں۔ ان کو اس سے تو کوئی غرض نہیں کہ دُنیا دیکھ رہی ہے مگر جب یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے تو موجیں لینے لگتے ہیں کہ ہمارا دیکھنے والا موجود ہے۔ تو اللہ قریب آئے تو لطف دُور نہیں جانا چاہئے ، اللہ قریب آئے تو جو مزہ خدا کا پیارا مزہ ہے اس میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارہا کھولا ہے یہ احساس کہ اللہ مجھے اس وقت دیکھ رہا ہے جب میں نیکی کر رہا ہوں اور دُنیا سے چھپ کے کر رہا ہوں ، اس احساس سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان کے مطابق اتنی لذّت پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کو سنبھالا نہیں جا سکتا۔ یہی لذّت ہے جو مزید عشق دل میں پیدا کرتی ہے۔ تو آنحضرت ﷺ کی تعریفیں، جو چھوٹی چھوٹی تعریفیں آپ ﷺ نے فرمائی ہوئی ہیں ان کو بنظر غائر دیکھیں، غور سے ڈوب کر ان کو دیکھیں تو آپ حیران ہو جائیں گے کہ ایک ایک جملہ میں ایک معانی کا سمندر اکٹھا کیا گیا ہے۔

اب پاکباز مرد، صرف عورتوں کا سوال نہیں ، پاکباز مرد کا چہرہ اور بدکار مرد کا چہرہ بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ ایک پاکباز مرد کے چہرہ پر ایک ایسا معصومیت کا حسن ہوتا ہے کہ اس کو ایک بدکار آدمی کے تعلق میں آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ بدکار چہرہ پہ خواہ وہ عورت کا نہیں مرد کا ہی ہو، اس کے چہرے پر ایسی نحوست طاری ہوتی ہے، اس کی آنکھیں حیا سے خالی، اس کا چہرہ ایسا جیسے اس کے حسن کی چمک چھین لی گئی ہو پیچھے ایک بھیانک سا وجود باقی رہ جاتا ہے۔ تو احمدی بچیوں کا ہی کام نہیں احمدی مردوں کا بھی تو کام ہے۔ ماں باپ کا یہ بھی تو فرض ہے کہ اپنے لڑکوں کے دل میں حیا پیدا کریں اور لڑکوں کے دل میں اگر حیا پیدا ہو گی تو یہ جو مسئلہ ہے آپ کا کہ وہ ٹیلی ویژن میں چھپ کر ایسی چیزیں دیکھ رہے ہیں جو ان کی مخرب الاخلاق ہیں یہ خطرہ خود بخود ٹل جائے گا۔ جتنا حیا بڑھتی رہے اللہ کے تصور سے، اتنا ہی مخرب الاخلاق تصویریں دیکھنے سے طبیعت متنفر ہوتی چلی جاتی ہے، گھبرا جاتی ہے۔ ایسی بے حیائیوں کو آپ دیکھتے ہیں تو بجائے اس کے کہ ان میں لذّت آئے آپ کو دکھائی دیتا ہے کہ بھیانک بے نور چہرے ہیں ان کی لذّتیں بھی شیطانی لذّتیں ہیں ان میں کچھ بھی مزہ نہیں ہے اور یہ جو

تربیت کا سلسلہ ہے یہ اسی طرح رفتہ رفتہ آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ پس جب ہم خواتین کی بات کرتے ہیں تو جو میرا مقصد ہے اس کو وہیں تک محدود نہ رکھیں۔ میرے نزدیک احمدی خواتین ہوں یا احمدی مرد ہوں دونوں کا زیور حیا ہے اور یہی ہے جو آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔

بعض مرد سمجھتے ہیں کہ صرف عورت کو ہی حیا رکھنی چاہئے۔ جو بے حیا مرد ہوں ان کی عورتوں کی بھی حیا پھر زیادہ دیر تک مخفی نہیں رہا کرتی۔ رفتہ رفتہ وہ حیائیں بھی اٹھ جاتی ہیں۔ تو اگر آپ نے اپنے گھروں کو جنت بنانا ہے تو یاد رکھیں اگر مرد حیادار ہوگا تو بیوی حیادار رہے گی اور اگر وہ حیادار ہے اور مرد بے حیا ہے تو بعید نہیں کہ وہ علیحدگی کر کے بھاگ جائے وہاں سے، وہ برداشت ہی نہ کر سکے کہ اس کے حیا پر روز حملے ہوتے ہوں اور رفتہ رفتہ اس کا دین تباہ ہو رہا ہو۔ تو ایسی عورتیں ہیں جنہوں نے محض حیاداری کی وجہ سے طلاقیں لی ہیں اور یہ طلاق بالکل جائز ہے، بالکل درست ہے کافی وجہ ہے یہ کہ اس کی بناء پر قاضی طلاق کے حق میں فیصلہ دے۔ تو مومن اگر حیادار ہے تو اس کی بیوی بھی حیادار رہے گی۔ ہمارے لڑکے حیادار ہوں تو پھر لڑکیاں بھی حیادار ہوتی ہیں۔ جس گھر میں لڑکیاں دیکھتی ہیں کہ لڑکوں کو تو بے حیائی کی کھلی چھٹی ہے اور لڑکیوں پر ہی پابندی ہے تو بچیاں دل میں اس بات کو دبا لیتی ہیں، جب تک ان کو قانون اجازت نہ دے کہ بے شک ماں باپ کے سامنے آنکھیں اٹھاؤ اور بے حیائی کے ساتھ ان سے باتیں کرو اس وقت تک جب تک قانون ان کی بے حیائی کی حفاظت نہیں کرتا وہ بظاہر حیادار دکھائی دے رہی ہوتی ہیں لیکن عجیب ماں باپ ہیں کہ ان کو پتا ہے کہ بچے بے حیائی کی طرف مائل رہتے ہیں ان کا وہ بالکل خیال نہیں کرتے اور ان سے بے اعتنائی ہے، ان کی بے حیائیوں سے بے اعتنائی ہے جو آگے بچیوں کو بھی بے حیا بنا دیتی ہے۔

پس ہر احمدی گھر سے اس مضمون کے آخر پر میں اس توقع کا ذکر کرتا ہوں کہ اگر آپ غیب میں اللہ کی حیا رکھ لیں اور اس کے غیب ہوتے ہوئے بھی اس طرح نظر ڈالیں جیسے وہ ہمیشہ آپ کو دیکھ رہا ہے تو یہ ایک رستہ ہے خدا سے حیا کا جو آپ کو لازماً اس جنت میں داخل کر دے گا جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان جنت ہے، ایمان جنت میں بستا ہے۔ تمام طمانیت اسی سے ہے۔ ہر دُکھ کا ازالہ اس بات میں ہے۔ تمام خطرات سے آپ کو یہ چیز بچائے گی آپ کا گھر وہ جنت بن جائے گا جس کے متعلق وعدہ کیا گیا ہے کہ ایمان جنت میں ہے۔ اس گھر میں جن کو وہ جنت دکھائی

دے گی جس کا رسول اللہ ﷺ نے وعدہ فرمایا ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ دُنیا میں تو یہ وعدہ پورا ہوجائے اور آخرت میں پورا نہ ہو۔ قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ۔(المومنون:2) کامیاب ہو گئے وہ مومن جن کے گھر محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں جنت بن گئے۔اور لازماً ان کو یقین رکھنا چاہئے ایک ذرّہ بھی شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ اگلی دُنیا میں جو جنتیں نصیب ہوں گی اسی ایمان کے نتیجہ میں وہ اس سے بہت زیادہ ہے جو ان کے تصور میں آسکتی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔تو آئندہ انشاء اللہ پھر دوسرے مضامین پر خطبوں کا آغاز ہوگا۔